تذکرہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

نام و نسب :

شیخ عبدالحق بن مولانا سیف الدین بن سعد الدین بن فیروز بن موسیٰ بن معزالدین بن محمد الترک البخاری الدہلوی الحنفی -

ولادت و نشو و نما :

شیخ کی ولادت با سعادت محرم ۹۵۸ھ ۱۵۵۱ء کو دہلی میں ہوئی - ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد سے پائی - ان کے والد ماجد صاحبِ نسبت بزرگ اور جید عالم تھے - اس لیے انھوں نے ان کی تربیت خود کی اور ابتدائی کتابیں خود ہی پڑھائیں -[1] تیرہ برس کی عمر میں شیخ نے نحو میں الارشاد ، منطق میں شرح شمسیہ اور عقائد میں علامہ تفتازانی کی شہرۂ آفاق کتاب شرح عقائد نسفی پڑھی اور پندرہ برس کی عمر میں مختصر و مطول ختم کر لیں اور بیس سال سے کم عمر میں تمام علوم عقلی و نقلی ختم کر لیے - اور اس کے بعد سوا برس کے عرصے میں قرآن مجید حفظ کر لیا -

فراغت کے بعد مزید تحقیق اور بحث و مذاکرہ کے لیے آٹھ سال شیخ نے بعض ماوراء النہری علماء کے درس میں شرکت کی - لیکن اس وقت شیخ کی علمی صلاحیت کا یہ حال تھا کہ استاد شاگرد سے استفادہ کرتے

۱- نزہۃ الخواطر : ۵ : ۲۰۱ - تذکرہ علماء ہند : ۲۷۶ ، ۲۷۷ - حدائق حنفیہ : ۳۰۹ - رود کوثر : ۲۹۷ -

تھے[۱] - ۹۸۵ھ میں شیخ نے شیخ موسی قادری کے ہاتھ پر بیعت کی لیکن ان کے ساتھ رہنے کا اتفاق کم ہوا - اور ان کی ہی تربیت سے فیض یاب ہوتے رہے - جب تک والد ماجد زندہ رہے شیخ ان ہی کی خدمت مین رہے -

فتح پور کا قیام :

والد کی وفات کے بعد گوشۂ تنہائی سے قدم باہر نکالا اور دارالسلطنت فتح پور پہنچے - فیضی اور ابوالفضل کو اکبر کے مزاج اور اس کی حکومت میں جو مرتبہ حاصل تھا اس کے ذکر کی ضرورت نہیں - یہ دونوں علماء کے مناصب و وظائف اور حصول معاش کے لیے ذریعہ بن چکے تھے - شیخ کو یہ جلد معلوم ہو گیا کہ دین و مذہب کو قربان کیے بغیر اس عہدِ حکومت میں کوئی منصب و عزت حاصل نہیں کیا جا سکتا - یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ شیخ اپنا دین بچا لے گئے اور پھر واپس گوشۂ تنہائی میں آ گئے[۲] -

سفر حج :

دہلی میں کچھ عرصہ قیام کے بعد عازم سفر حجاز ہوئے اور اپنے ایک دوست مرزا نظام الدین احمد کی مدد سے حجاز روانہ ہو گئے - شیخ نے یہ سفر ۹۹۶ھ میں کیا[۳] - مکہ معظمہ پہنچ کر شیخ نے فریضہ حج ادا کیا اور وہاں کے متعدد مشائخ حدیث سے علم حدیث حاصل کیا - لیکن جس شخصیت نے انھیں محدث بنایا اور علم حدیث کا آفتاب و ماہتاب بنا دیا وہ حضرت شیخ عبدالوہاب متقی کی ذات تھی - شیخ ان کی خدمت مین دو سال سے زیادہ مقیم رہے - اس مدت میں احادیث نبوی اور علوم حدیث کے معارف سے اپنا دامن بھرتے رہے -

---

۱- تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو اخبار الاخبار مصنفہ شیخ عبدالحق : ۳۰۲ -
۲- تذکرہ شیخ عبدالحق : ۹۲ -
۳- اخبار الاخیار : ۳۰۵ -

مدینہ منورہ میں قیام اور سفر حجاز سے واپسی :

حضرت شیخ مزار اقدس نبوی کی زیارت کے لیے ۹۹۸ھ میں مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے اپنی تصنیف جذب القلوب (جو مدینہ میں تصنیف کی) کا سن تالیف ۹۹۸ھ لکھا ہے - اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس سال مدینہ طیبہ پہنچ چکے تھے - مدینہ طیبہ سے واپسی کے بعد شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور استاد کی دعاؤں کے ساتھ ۱۰۰۰ھ میں وطن واپس لوٹے -[1] سفر حجاز سے واپس آنے کے بعد شیخ نے اپنا کام شروع کر دیا اور آخر دم تک ایک نہ تکھنے والی مشین کی طرح کام کرتے رہے -

خواجہ باقی باللہ سے تعلقات :

حضرت خواجہ باقی باللہ ۱۰۰۸ھ میں دہلی تشریف لائے اس وقت شیخ کو حجاز سے واپس ہوئے آٹھ سال ہو چکے تھے - حضرت خواجہ صاحب کی بدولت ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت ہوئی - جب آپ کی شہرت پھیلی تو حضرت شیخ کو ان سے نسبت نقشبندیہ حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا پھر دونوں میں روابط قائم ہوگئے -[2]

وفات :

حضرت شیخ عبدالحق ۱۰۰۰ھ میں حجاز مقدس سے واپس تشریف لائے اور باون سال تک مسلسل علوم و فنون کی خدمت میں مصروف عمل رہے آخرکار ۲۳ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو چورانوے سال دو ماہ کی عمر میں وفات پائی -[3]

مقبرہ :

محدث دہلوی کا مقبرہ آج بھی حوض شمسی کے کنارے موجود ہے

۱- مکتوب ۵٦ بحوالہ تذکرہ شیخ عبدالحق : ۳۱ -
۲- المکاتیب و الرسائل : ۲۷۸ ، ۲۷۹ -
۳- خزینۃ الاصفیاء : ۱ : ۱٦۳ -

اور اہلِ علم و اہلِ دل کی زیارت گاہ ہے سر سید احمد خاں نے آثار الصنادید میں اس مقبرہ کا نقشہ دیا ہے ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علم حدیث :

اسلامی ہند کی فضا علم و ادب کے جن روشن اور تابناک ستاروں سے مزین ہے ان میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو ایک امتیازی شان حاصل ہے ۔ انھوں نے نصف صدی سے زیادہ درس و تدریس اور ارشاد و تلقین کا ہنگامہ گرم رکھا ۔ اس سلسلے میں علامہ سید سلیمان ندوی کی وہ تحریر جو انھوں نے اپنے مقالہ ''ہندوستان میں علم حدیث'' کے عنوان سے شائع کی نقش اول کی حیثیت رکھتی ہے ۔ وہ فرماتے ہیں :

''اکبر کے آخری عہد میں وہ بزرگ ہستی جس نے عہدِ جہانگیری میں اپنی جہانگیری کا سکہ بٹھا دیا اور جس نے دہلی کے شاہی دارالسلطنت کو ہمیشہ کے لیے علوم دین کا دارالسلطنت بنا دیا اور جس کی نسبت اہلِ علم کو اعتراف ہے :

''اول کسے کہ تخم حدیث در ہند کشت او بود''

گو نئی تاریخ کی روشنی میں بزرگوں کا یہ پرانا مقولہ صحیح نہیں تاہم معنوی حیثیت سے اس کی سچائی میں کوئی شک نہیں ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ذات وہ ذات ہے جس نے ہندوستان میں رہ کر حدیث کے سربمہر خزانہ کو وقف عام کیا ۔ اور دل پسند محققانہ تصنیفات کے ذریعے سے علماء ظاہر و باطن دونوں کی محفلوں سے تحسین و آفرین کی داد وصول کی ۔''[۱]

اس کے علاوہ مولانا مسعود عالم ندوی نے بھی اس قسم کا ایک اعتراف اپنے ایک مقالہ : ''امام ولی اللہ دہلوی سے پہلے اسلامی ہند کی حالت'' میں کیا ہے جو شیخ کی خدمت حدیث کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔

۱۔ مقالہ ہندوستان میں علم حدیث ۔ معارف اعظم گڑھ ۱۹۲۸ء ۔

مولانا قمطراز میں :

''مجدد صاحب کے کارناموں کے ساتھ ان کے معاصر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی خدمت کا ذکر بھی ضروری ہے ان کی ذات سے علم حدیث کو زندگی ملی اور سنت نبوی کا خزانہ ہر خاص و عام کے لیے عام ہو گیا - ہمارے نزدیک حدیث کی خدمت اور کتب حدیث کی مزاولت خود بخود دین کی سچی روح سے قریب کرتی ہے - اگلے علماء اور صوفی بس متاخرین کی فقہ اور معقولیت میں الجھ کر رہ گئے - کم از کم شمالی ہند میں حدیث کا چرچا عام نہ ہو سکا - شیخ نے اس جہل کو دور کرنے کی کوشش کی - اس لیے ہم آج ان کے شکر گزار ہیں اور ان کی علمی خدمات کا دل سے اعتراف کرتے ہیں ـ''۱

مولانا ابو سعید جھمکاوی لکھتے ہیں :

''لیکن اس میں شک نہیں کہ ملک ہند کی آبپاشی اور علم نبی کے بحر زخار سے ہند کو سیراب کرنے کی نہایت مبارک رسم خدا برتر نے حضرت شیخ عبدالحق کے ہاتھوں ازل میں سپرد کی تھی - چنانچہ وہ ایک نہر ان کوہستان کی کٹھن راہوں کو چیر کر ہندوستان میں نکال لائے ـ''۲

سنت نبوی اور علوم حدیث کی اشاعت محدث دہلی کا وہ عظیم کارنامہ ہے جس سے آئندہ نسلیں بجا طور پر استفادہ کرتی رہیں گی - اللہ تعالیٰ کی بخشش و عطا اگرچہ نسل و نسب کے ساتھ مخصوص نہیں لیکن اس نے اپنے فضل و کرم سے ایک ترکی النسل کو یہ شرف بخشا کہ اس

۱- الفرقان بریلی شاہ ولی اللہ ـ

۲- النظرف الحدیث : ۲۱۸ -

کا خاندان سات پشتوں تک مسلسل حدیث رسول کی خدمت کرتا رہا ۔ اور یہ ایک ایسا شرف ہے جو ہندوستان میں شاید ہی کسی دوسرے خاندان کو نصیب ہوا ہو ۔ ڈیڑھ سو برس بعد جب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا آوازہ کمال بلند ہوا تو وہ سلسلہ اس سلسلے میں مل گیا اور ان دونوں نہروں نے مل کر ملک کے چپے چپے کو سیراب کر دیا ۔

تصانیف :

بقول صاحب تذکرہ علماء ہند آپ کی چھوٹی بڑی سو سے زیادہ تصانیف ہیں[1] ۔ آپ نے اپنی وفات سے ایک مدت پہلے اپنی تصانیف کی فہرست ''تالیف الالیف بکتابۃ فہرس التوالیف'' کے نام سے لکھی تھی ۔ یہ رسالہ شائع ہو چکا ہے لیکن آج کل نایاب ہے ۔ ہم یہاں صرف حدیث کے بارہ میں تصانیف کا ذکر کریں گے ۔ چنانچہ اس موضوع پر شیخ کی سترہ تصانیف و تالیفات ہیں جن میں سے پندرہ کا ذکر شیخ نے اپنی فہرست میں کیا ہے ۔

جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے

۱۔ لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح
یہ شرح عربی میں ہے اور اب شائع ہو رہی ہے ۔

۲۔ اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوۃ
یہ شرح فارسی زبان میں ہے اور شائع ہو چکی ہے ۔

۳۔ جامع البرکات منتخب شرح المشکوۃ

۴۔ الطریق القویم فی شرح الصراط المستقیم
(مجدالدین فیروز آبادی کی تصنیف سفرالسعادۃ کی شرح ہے) ۔

۵۔ تحقیق ماثبت بالسنۃ من الاعمال فی ایام السنۃ

۶۔ تحقیق الاشارۃ فی تعمیم البشارۃ

۱۔ تذکرہ علماء ہند : ۲۷۷ ۔

۷- جمع الاحادیث الاربعین فی نصیحة الملوک و السلاطین

۸- ترجمة الاحادیث الاربعین فی نصیحة الملوک و السلاطین

۹- الاجوبة الاثناعشر فی توجیه الصلوة علی سیدالبشر

۱۰- استیناس انوار القبس فی شرح دعاءانس

۱۱- تجلیة القلوب لقدس الملکوت بشرح دعاء قنوت

۱۲- تحصیل البرکات والطیبات ببیان معنی التحیات

۱۳- ترجمة مکتوب النبی

۱۴- اسماء الرجال والرواة المذکورین فی کتاب المشکوة

۱۵- شرح اسماء الرجال للبخاری

۱۶- مقدمہ اصول حدیث[1]

۱۷- ذکر اجازات الحدیث فی القدیم و الحدیث

تعارف مقدمہ :

یہ مقدمہ درحقیقت شیخ عبدالحق محدث دہلی کی شرح مشکوۃ ''لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح'' کا مقدمہ ہے - چنانچہ اپنی تالیفات کی فہرست میں اپنی عربی شرح (لمعات) کا ذکر کرتے ہوئے اس کی بابت لکھتے ہیں :

''وا حواله و کیفیاته (ای الحدیث) مذکورة فی دیباجتة''

طلبہ واہل علم میں یہ دیباچہ مقدمہ مشکوۃ کے نام سے مشہور ہے -

ہندوستان میں اسلام کی ابتدائی صدیوں میں جب کہ علوم و فنون

۱- یہ لمعات التنقیح کا مقدمہ ہے بعض علماء اسے رسالہ اصول حدیث کے نام سے یاد کیا ہے اور اب زیادہ تر مقدمہ مشکوۃ کے نام سے مشہور ہے - جس کو اب ہم الگ شائع کر رہے ہیں -

عقلیہ منطق و فلسفہ و علم کلام کا روز اور چرچا تھا حدیث میں صرف ایک کتاب ''مشکوۃ المصابیح'' داخل درس تھی علماء اسی کو پڑھ کر محدث بن جاتے تھے لکن جب سے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (جو دنیائے اسلام میں اکثر کتب صحاح کے اولین طابع و ناشر اور مصحح و محشی ہیں اور ہمارے ملک میں محشی بخاری کے لقب سے مشہور ہیں) اور پھر ان کے شاگردوں نے کتب حدیث کو بطریق دورہ ایک سال میں پڑھائے جانے کا دستور جاری کیا تو ہندوستان اور بیرون ہند کے دینی مدارس اور مذہبی تعلیم گاہوں میں درس حدیث کے سلسلے میں سب سے پہلے مشکوۃ شریف پڑھائی جانے لگی اور دورہ حدیث میں شریک ہونے کے لیے مشکوۃ کا پڑھنا لازم قرار پایا - اور مشکوۃ سے پہلے یا اس کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا (مقدمہ) جو فن اصول اور اصطلاحات پر مختصر مقدمہ بھی داخل درس اور جزو نصاب بنا لیا گیا استاذالکل حضرت محدث سہانپوری نے جب سب سے پہلے اپنے تحیشہ و تصحیح کے ساتھ مشکوۃ شریف شائع کی تو اس مقدمہ کو بھی اس کا جزء بنا کر شائع کیا - اور اس کے بعد سے لے کر آج تک یہ مقدمہ مشکوۃ شریف کے مقدمہ کی حیثیت سے شائع ہو رہا ہے اور مشکوۃ شریف اور اصول حدیث کی دوسری کتابوں سے قبل اسے پڑھایا جاتا ہے - اس لحاظ سے شیخ عبدالحق ہندوستان کے پہلے عالم ہیں جنھوں نے علمِ حدیث کو عام کرنے کے لیے حدیث کے ہر شعبہ پر قلم اٹھایا اور اصولِ حدیث کی مصطلحات کو مختصر انداز میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی -

مشکوۃ شریف کے سلسلے میں حضرت شیخ کی بابرکت مساعی کچھ ایسی بار آور اور مقبول ہوئیں کہ آپ کی شرح لمعات کا دیباچہ شرح کا دیباچہ نہیں رہا بلکہ باضابطہ طور پر اصل متن مشکوۃ کا مقدمہ بن گیا ہے اور جزء نصاب ہو کر درس میں داخل ہے -

سید احمد قادری اپنی تصنیف ''تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی''

میں اس مقدمہ کے بارے میں لکھتے ہیں :

''رسالہ اصولِ حدیث عربی کا یہ چھوٹا سا رسالہ شیخ کی مقبول ترین کتابوں میں ہے۔ مشکوۃ المصابیح کے ساتھ طلبہ کے درس میں داخل ہے۔ مشکوۃ کے ساتھ ملحق کرکے غالباً سب سے پہلے اس کو مولانا احمد علی سہارنپوری نے شائع کیا ۔ اس رسالہ کا اردو ترجمہ غالباً سب سے پہلے بہار کے ایک ذی علم مولوی شیخ الٰہی بخش بہاری نے اصولِ حدیث کے نام سے لکھا اور وہ منشی محمد ظہورالحق بہاری کے مطبع میں چھپا (بحوالہ ندیم پٹنہ مئی و جون ۱۹۴۷ء)

اس کا ایک سلیس ترجمہ مع تشریح ''مقدمہ مشکوۃ شریف'' کے نام سے ۱۳۶۵ء میں مولانا خواجہ محمد علی فاضل سہارنپور و دیوبند نے لکھا ہے اور مکتبہ اسلامی لاہور نے شائع کیا ہے[1]''۔

خلیق احمد نظامی ''حیات شیخ عبدالحق'' میں اس بارے میں لکھتے ہیں :

لمعات کے شروع میں جو مقدمہ ہے وہ نہایت جامع اور مفید ہے اور مشکوۃ کے متن کے ساتھ اور علیحدہ شائع کیا گیا ہے[2]''۔

اس مقدمہ میں شیخ نے کل تیرہ فصلیں باندھی ہیں ۔ اور سب سے پہلے حدیث کی تعریف اور حدیث کی مشہور قسمیں ، حدیث اور خبر کا فرق ، مرفوع حدیث کی قسمیں ، قولی ، فعلی اور تقریری کا مختصر انداز میں ذکر کیا ہے اور اس کے بعد فصل لکھ کر دوسرے عنوانات کے بارہ میں خامہ فرسائی کی ہے ۔

۱- تذکرہ شیخ عبدالحق : ۱۸۵
۲- حیات شیخ عبدالحق محدث : ۱۶۹

مقدمہ کی اہمیت :

شیخ کا یہ مقدمہ اصول حدیث مشہور ضرب المثل ''بقامت کہتر بقیمت بہتر'' کا صحیح مصداق ہے ۔ شیخ عبدالحقؒ نے تمام ضروری اور مشہور مصطلحات حدیث کو عام فہم انداز میں اس طرح پیش کیا ہے کہ ایک مبتدی ان سے بخوبی استفادہ کر سکتا ہے ۔ خیر الکلام ماقل و دل گویا دریا کو کوزہ میں بند کرنے کی کوشش کی ہے ۔ شیخ اس سلسلہ میں کہاں تک کامیاب رہے یہ فیصلہ اس مقدمہ کو ایک مبتدی کی حیثت سے پڑھنے کے بعد کیا جا سکتا ہے ۔ اگر کوئی طالب علم اس مقدمہ کو زبانی یاد کرنا چاہے تو اسے بآسانی یاد کرسکے گا کیونکہ اس کا اسلوب نگارش اس قدر سادہ اور سلیس ہے کہ ذہن پر کوئی بوجھ محسوس نہیں ہوتا ۔ اور کتب اصول حدیث پڑھنے کے وقت محض اصطلاحات پیش نظر رہنے کی وجہ سے ایسا طالب علم دوسرے طالب العلموں کی نسبت مطالب و معانی بخوبی سمجھ سکے گا ۔

اس ''مقدمہ اصول حدیث'' میں فن حدیث کے متعلق ایسی بنیادی اور ابتدائی معلومات فراہم کی گئی ہیں اور اصول حدیث کے وہ اصول و قواعد بیان کیے گئے ہیں جن کا جاننا حدیث پاک کا شغل رکھنے والے ہر مبتدی و منتہی کے لیے ضروری ہے ۔

کیونکہ اول تو دنیا کا کوئی علم و فن بلکہ کوئی صنعت و ہنر اس کے اصول و قواعد معلوم کیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ۔ اور علوم عربیہ کے طلبہ جانتے ہیں کہ علم قرآن و حدیث جو عربی کے علوم لسانیہ و فنون عقلیہ سیکھنے کا مقصد اولین ہے اصول تفسیر و اصول حدیث معلوم کیے بغیر صحیح طور پر آ ہی نہیں سکتا ۔ اور قرآن و حدیث کے حقیقی مطالب اور واقعی مراد پر کوئی طالب و محصل اس وقت تک کماحقہ اطلاع نہیں پا سکتا جب تک کہ ان کے قواعد و اصول اور مبادی و قوانین سے واقف نہ ہو ۔

فقہ فی الدین کا تمام تر دار و مدار قرآن فہمی اور حدیث دانی پر ہے اور ان دونوں میں مہارت اور کمال ان کے اصول جاننے پر موقوف ہے - حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی نے عجالہ نافعہ میں حضرت امام محمد باقرؒ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا :

''من فقہ الرجل بصیرتہ بالحدیث او قال فطنتہ للحدیث''

انسان کے فقیہ ہونے یعنی دین و دنیا کے معاملات میں فہیم اور سمجھدار ہونے کی علامت یہ ہے کہ حدیث پر گہری نگاہ رکھے اور دانائی کے ساتھ اس کو سمجھے -

چنانچہ یہ مقدمہ فن اصول اور اصطلاحات حدیث کی کتاب ہونے کی وجہ سے علم روایت و حدیث کے اصول مباحث پر مشتمل ہے - اس عربی مقدمہ میں حضرت شیخؒ نے اصول حدیث کے مبادی جامع و مانع انداز میں بیان کیے ہیں -

گیارہویں فصل کے آخر میں صحاح ستہ کے مراتب اور شیخین (بخاری و مسلم) کے مراتب صحت کی طرف اجمالی اشارہ کرتے ہوئے حوالہ دیا ہے کہ ہم نے اس کی پوری تفصیل مقدمہ شرح سفر السعادۃ (جو مجدالدین فیروز آبادی کی کتاب سفر السعادۃ کی فارسی شرح ہے) میں لکھ دی ہے - پھر مقدمہ اصول حدیث کی تیرھویں فصل کے آخر میں حوالہ دیا ہے کہ ہم نے ان مشہور ائمہ محدثین (جو تقریباً تیرہ ہیں) کے حالات اور ان کی کتابوں کے احوال جن سے صاحب مشکوۃ نے اپنی کتاب میں احادیث کی تخریج کی ہے اپنی تاریخ رجال کی کتاب ''اکمال'' میں لکھے ہیں - اس کے علاوہ فارسی شرح مشکوۃ ''اشعۃ اللمعات'' کے مقدمہ میں اصول حدیث پر بحث کرنے کے بعد ان مشائخ کے حالات و سوانح اور ان کی کتابوں کا مختصر حال لکھا ہے -

مآخذ مقدمہ اصول حدیث :

مآخذ مقدمہ شیخ عبدالحق سے قبل ہم مختصراً اصول حدیث کی چیدہ چیدہ مشہور کتابوں کا تعارف کرا رہے ہیں تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ علماء امت نے حدیث کے اس شعبہ میں کس قدر گرانمایہ خدمات انجام دیں ۔

اسلام کی ابتدائی تین صدیوں میں فن حدیث کی کوئی مستقل درجہ بندی نہ تھی اور بقول ابن ملقن[1] اس کی دو سو سے زیادہ قسمیں پائی جاتی تھیں ۔ لیکن چوتھی صدی ہجری میں جب تمام علوم کی باقاعدہ تدوین ہونے لگی اور اصطلاحات کو نظم و ضبط میں لایا جانے لگا تو اس سلسلہ میں جامع تصنیف جو سب سے پہلے منظر شہود پر آئی وہ :

''المحدث الفاصل بین الراوی و الواعی'' ہے جسے القاضی ابو محمد حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد الرامہرمزی ۳۶۰ھ میں تصنیف کیا ہے ۔ علامہ ابن حجر نے اس کے بارہ میں لکھا ہے کہ اگرچہ یہ تمام مضامین کو بالاستیعاب جمع نہ کر سکے تاہم پچھلی تمام تصانیف کی نسبت زیادہ جامع و عمدہ کتاب ہے ۔

رامہرمزی کے بعد حاکم ابو عبداللہ النیسابوری محمد بن عبداللہ م ۴۰۵ھ نے ایک کتاب علوم الحدیث کے نام سے لکھی جس میں حدیث کی پچاس قسموں کا ذکر کیا ہے ۔ اس کے بعد ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی م ۴۳۰ھ نے حاکم کی مذکورہ بالا کتاب پر تحقیقی انداز میں کام کیا لیکن اسے مکمل نہ کر سکے ۔

ان سب کے بعد خطیب بغدادی م ۴۶۴ھ آتے ہیں جنھوں نے ''الکفایۃ فی قوانین الروایۃ'' اور ''کتاب الجامع لآداب الشیخ و السامع''

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے : مقدمہ تدریب الراوی من عبدالوہاب عبداللطیف : ج ۔

جیسی معرکۃ الآمراء کتابیں لکھیں ۔ بعد کے تمام علماء نے ان دو کتابوں سے استفادہ کیا ہے ۔ ان کے بعد قاضی عیاض بن موسٰی الیحصبی م ۵۴۴ھ نے ''الالماع فی ضبط الروایۃ و تقیید الاسماع'' لکھی ۔ پھر ابو حفص عمر بن عبدالمجید المیانجی م ۵۸۰ھ نے ایک کتاب ''ما لا یسع المحدث جھلہ'' لکھی ۔

لیکن ان سب کتابوں سے زیادہ مشہور و مقبول مقدمہ ابن صلاح ہے جس کے مصنف ابو عمر و عثمان بن عبدالرحمٰن م ۶۴۳ھ ہیں جنھوں نے اپنی کتاب کا نام علوم الحدیث رکھا اور آج کل مقدمہ ابن صلاح کے نام سے زیادہ معروف ہے ۔ چونکہ یہ کتاب ایک مجلس میں ترتیب نہ پا سکی اس لیے اس کی تدوین مناسب انداز میں نہیں ہو سکی چونکہ مواد بہت عمدہ تھا اس لیے بہت سے علماء نے اس کتاب پر مختلف انداز سے کام کیا ہے ۔ بعض علماء نے اس کا اختصار کیا بعضوں نے اس کی شروح لکھیں اور بعض علماء نے اس کو نظم کی شکل دی اور چند علماء نے اس کے مقابلہ میں دوسرے طرز پر کتابیں لکھیں لیکن اس کی قدر و قیمت میں کوئی فرق نہ آیا اور یہ کتاب آنے والے مصنفین کے لیے مشعل راہ بنی رہی ۔ جن علماء نے اس پر تحقیقی انداز میں کام کیا ان میں سے چند کے نام یہ ہیں :

۱۔ الزین العراقی م ۸۰۶ھ ۔

۲۔ البدر الزرکشی م ۷۹۴ھ ۔

۳۔ حافظ ابن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ نے اس کتاب پر عمدہ حواشی و شرحیں لکھی ہیں ۔

۴۔ الامام النووی جیسے عالم و محدث نے اس کی دو شرحیں لکھی ہیں ۔ جن کے نام یہ ہیں :

۱۔ الارشاد ۔

۴- التقریب و التیسیر لمعرفة سنن البشیر و النذیر ۔

چنانچہ علامہ سیوطی م ۹۱۱ھ نے مؤخرالذکر کی شرح لکھی جس کا نام ''تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی'' ہے یہ شرح مصر میں کئی دفعہ چھپ چکی ہے اور عام طور پر دست یاب ہے ۔

۵- عبدالرحیم بن الحسین الزین العراق م ۸۰۶ نے مقدمہ ابن صلاح کو نظم کیا جس کا نام ''نظم الدرر فی علم الاثر'' ہے پھر موصوف نے اس کی دو شرحیں لکھیں ۔ ایک مطول دوسری مختصر شرح کا نام یہ ہے : ''فتح المغیث بشرح ألفیة الحدیث''

علامہ سخاوی م ۹۰۲ھ نے ''نظم الدرر'' کی شرح لکھی ہے جس کا نام بھی ''فتح المغیث بشرح ألفیة الحدیث'' ہے ۔

علامہ الشیخ زکر الصاری م ۹۲۸ھ نے بھی اس کی ایک شرح لکھی جس کا نام ''فتح الباق بشرح ألفیة العراق'' ہے اس کے علاوہ چند اور مشہور کتب حدیث درج ذیل ہیں ۔

۱- علامہ شرف الدین حسن بن محمد الطیبی م ۷۴۳ھ نے فن اصول حدیث میں ایک کتاب لکھی جس کا نام الخلاصة فی اصول حدیث ہے ۔

۲- ''نخبة الفکر فی مصطلح اہل الاثر'' مصنفہ حافظ ابن حجر عسقلانی ۔ یہ کتاب تمام مذکورہ کتابوں کی نسبت زیادہ آسان و متد اول ہے ۔ اور درس نظامی میں داخل ہے ۔

شروع نخبة الفکر درج ذیل ہیں :

۱- خود مصنف نے اس ایک شرح لکھی جس کا نام ''نزھة النظر ہے'' ۔

۲- اس کی ایک شرح حافظ صاحب کے لڑکے کمال الدین محمد نے لکھی جس کا نام ''نتیجة النظر'' ہے -

۳- کمال الدین الشمنی محمد بن حسین المالکی ۸۲۱م نے اس کی شرح لکھی ہے -

۴- ملا علی قاری نے بھی اس کتاب کی شرح لکھی ہے -
یہ تھا چند کتب اصول ِ حدیث کا تعارف -

اب ہم اپنے اصل عنوان ماخذ مقدمہ کی طرف آتے ہیں کہ اس مقدمہ کو لکھتے وقت شیخ کے پیش ِ نظر کونسی کتب اصول ِ حدیث تھیں - چنانچہ لمعات التنقیح کے شروع میں شیخ نے چند کتب حدیث و شروح حدیث کے نام گنائے ہیں لیکن اصول ِ حدیث کی کسی کتاب کا ذکر نہیں ملتا - البتہ شیخ کی فارسی تصنیف ''شرح سفر السعادة'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے ماخذ اصول ِ حدیث کا بھی خود ذکر کیا ہے بلکہ مقدمہ شرح سفرالسعادة کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں مقدموں میں کوئی خاصہ فرق نہیں اگر فرق ہے تو صرف زبان کا ہے لمعات التنقیح چونکہ عربی زبان میں لکھی تھی اس لیے اس کا مقدمہ بھی عربی میں لکھا اور شرح سفرالسعادة فارسی میں ہے اس لیے اس کا مقدمہ فارسی میں ہے - شیخ نے مقدمہ شرح سفرالسعادة میں ماخذ اصول ِ حدیث حسب ذیل دیے ہیں - چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

''از اصول ِ حدیث شرح نخبة لمصنفہ و شرح شمنی ، و الفیہ عراق و شرح آں شرح مصنف و سخاوی و شیخ زکریا و رسالہ مختصر طیبی[۱]''

۱- مقدمہ شرح سفر السعاۃد : ۴

ان کتابوں کا جائزہ لینے سے درج ذیل کتابیں ماخذ بنتی ہیں :

۱۔ شرح نخبة الفکر لعلامة ابن حجرالعسقلانی
(یہ کتاب عام طور پر مدارس عربیہ میں پڑھا جاتی ہے) ۔

۲۔ شرح نخبة الفکر مصنفہ کمال الدین الشمنی محمد بن حسین المالکی م ۸۲۱ھ ۔

۳۔ فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث مصنفہ عبدالرحیم بن الحسین الزین العراقی ۔

عراقی نے مقدمہ ابن صلاح کو پہلے نظم کی صورت میں پیش کیا پھر خود اس کی شرح لکھی ۔ اور یہی وہ شرح ہے جسے شیخ نے صرف الفیہ عراقی کیا ہے ۔

۴۔ فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث
یہ الفیہ عراقی کی دوسری شرح ہے جسے علامہ سخاوی م ۹۰۲ھ نے لکھا ہے ۔

۵۔ اس کے علاوہ الشیخ الانصاری م ۹۲۸ھ نے الفیہ عراقی کی ایک شرح لکھی جس کا نام ''فتح الباقی بشرح الفیہ'' ہے ۔

۶۔ رسالہ مختصر طیبی ۔

علامہ طیبی جو صاحب مشکوۃ کے استاذ ہیں اور انہیں مشکوۃ المصابیح کی پہلی شرح لکھنے کا شرف بھی حاصل ہے جس کا نام ''الکاشف عن حقائق السنن'' ہے یہ کتاب ابھی تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی اور پاک و ہند کے کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہے ۔ علامہ طیبی نے اس شرح کے شروع میں ایک مقدمہ اصولِ حدیث لکھا ہے ۔ ہم اس بات کے کہنے سے قاصر ہیں کہ شیخ عبدالحق کے پیشِ نظر یہی مقدمہ اصولِ حدیث تھا یا علامہ طیبی کا کوئی رسالہ جسے انہوں نے ''رسالہ مختصر طیبی'' کے نام

سے یاد کیا ہے کیونکہ اس رسالے کا ذکر کسی کتاب میں نہیں ملتا ۔ اس کے علاوہ علامہ طیبی کی کوئی تصنیف آج تک نہ چھپ سکی ۔ اس لیے آخری فیصلہ کرنا ناممکن ہے ۔

مقدمہ اصولِ حدیث مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا تعارف پیش کرنے کے بعد ہم اس مقدمہ کے عربی متن کو مع حواشی و تعلیقات جدید تحقیقی انداز میں پیش کرنا چاہتے ہیں کیونکہ یہ مقدمہ جس طور پر اب تک شائع ہوتا رہا ہے ۔ اس سے ایک مبتدی کما حقہ استفادہ نہیں کر سکتا ۔ یہ مقدمہ جدید انداز پر کبھی شائع نہیں ہوا ۔ ہم نے پوری کوشش کرکے اس کو نئے سانچے میں ڈھالنے کی سعی کی ہے جس سے ایک مبتدی اور متوسط ذہنیت کا طالب علم باآسانی استفادہ کر سکے گا ۔ نمونہ کے طور پر چند صفحات اس مجلہ میں شائع کر رہے ہیں ۔

انشاء اللہ یہ مقدمہ اسی طرح تحقیقی صورت میں مکمل علیحدہ شائع ہوگا ۔

امید ہے کہ ارباب بصیرت اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے ۔

☆ ☆ ☆